Day: Date: 03-04-2026

اسلامیات

سوال نمبر 1

خلافت راشدہ کے انتظامی اور عدالتی خدوخال واضح کریں۔ ان اقدامات سے دور حاضر میں کس طرح استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے؟

خاکہ

1 تعارف:۔
خلافت راشدہ کا تاریخی پس منظر
خلافت راشدہ کی اہمیت

2 انتظامی خدوخال:۔
خلیفہ کا انتخاب
مجلس شوریٰ کا وجود
قرآن و سنت کے مطابق حکومت
عہدہ داروں کے انتخاب کا طریقہ کار
مختلف محکمہ جات کا قیام

3 عدالتی خدوخال:۔
قاضی اور عدالتی نظام
انصاف کی فراہمی اور قانون کی حاکمیت
اختلاف رائے کا حق

4 نتیجہ:۔

1 تعارف:۔

ریاست مدینہ میں خلافت راشدہ کا مرکزی ڈھانچہ خلیفہ، شوریٰ اور کاتب پر مشتمل تھا۔ حکومت کا سربراہ خلیفہ تھا۔ وہ وسیع اختیارات کا مالک تھا۔ لیکن قرآن اور سنت کے خلاف فیصلہ کرنے کا مجاز نہ تھا۔ وہ شوریٰ کے فیصلوں کا بھی پابند تھا۔ اس کے فرائض میں امن و امان کا قیام

Day: Date:

ریاست کا دفاع، نظام عدل کو برقرار رکھنا اور اشاعت دین کے لیے اقدامات شامل تھے۔ وہ گورنر اور ججز کی تقرری کرتا تھا اور دینی سربراہ کی حیثیت سے جمعہ کا خطبہ بھی دیتا تھا۔ اس خطبہ میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی یاد دہانی کرائی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ خلافت راشدہ کا ایک منظم حکومت کا ڈھانچہ تھا جس میں شوریٰ سے لے کر خلیفہ اور گورنرز کے ساتھ ساتھ قاضی بھی شریعت اور قانون کی بالادستی کے مطابق انتظامات سنبھالتے تھے۔

2 انتظامی خدوخال

خلیفہ کا انتخاب:

خلافت راشدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے کوئی دباؤ نہیں ڈالا جاتا تھا بلکہ عوام اپنی رضا اور رغبت سے کسی شخص پر اعتماد کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کی تجویز انصار کے اجتماع میں پیش ہوئی اور مسجد نبوی میں سبھی لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا نام حضرت ابوبکرؓ نے کبار صحابہ کے مشورہ سے تجویز کیا اور عام لوگوں سے اس کی توثیق کرائی۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے لیے چھ رکنی کمیٹی بنائی گئی تھی اور اس کے فیصلے کو عوام نے تسلیم کیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو لوگوں نے مجبور کیا تو انہوں نے عوام سے پوچھ کر خلافت سنبھالی۔ چنانچہ خلافت راشدہ کا دور ایک جمہوری دور تھا جس میں نظام سنبھالنے کے لیے تلواریں بے نیام نہیں ہوئیں بلکہ کثرت رائے سے انتخاب ہوا۔

مجلس شوریٰ کا وجود:

خلافت شوریٰ کے بغیر جائز نہیں کیونکہ قرآن پاک نے حکم دیا ہے کہ مسائل باہمی

Day: Date:

مشورے سے طے کیے جائیں۔ خود آپ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام سے امور ریاست پر مشورے طلب کیے جاتے تھے۔ اہل شوریٰ کو اپنی بات آزادی کے ساتھ کہنے کا حق حاصل تھا۔ اگر شوریٰ کا اتفاق کسی امر پر ہوتا تو خلیفہ کو اس کی رائے پر اتفاق کرنا پڑتا تھا۔

قرآن وسنت کے مطابق حکومت:۔

خلافت راشدہ کسی شخص کی ذاتی حکومت نہ تھی۔ اور نہ خلیفہ کی صوابدید (Prerogative will) کا زیادہ دخل حکومت میں ہوتا تھا۔ بلکہ خلیفہ اور اس کے گورنرز کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق مسلمانوں کے معاملات کو چلاتا تھا۔ ظالم کے ظلم کو روکنا اور مظلوم کی دادرسی خلیفہ کا فرض منصبی تھا۔ اس مقصد کے لیے خلیفہ اور عوام کے درمیان کوئی رکاوٹ یا فاصلہ حائل نہیں ہوتا تھا۔

عہدہ داروں کے انتخاب کا طریقہ کار:۔

عہدہ داروں کے انتخاب میں خلفا نے ہمیشہ قابل اور میرٹ پر نمایاں لوگوں کو چنا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایسے لوگوں کو ترجیح دی جو حضرت محمد ﷺ کے دور میں عہدہ دار رہ چکے تھے۔ نیز آپ ان سے انہی مقامات میں کام لیتے جہاں وہ پہلے کام کر چکے ہوتے۔ مثلاً عہد رسالت میں مکہ پر سیدنا عتابؓ اور طائف پر عثمان بن ابی العاص مامور تھے۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو وہیں پر قائم رکھا۔ جب کسی شخص کو کسی عہدے پر تعینات کیا جاتا تو حضرت ابوبکرؓ اسے بلا کر اس کے فرائض کی تشریح کر دیتے اور تقویٰ کی نصیحت فرماتے۔

مختلف محکمہ جات کا قیام :-

چاروں خلفائے
اپنے اپنے دور میں بہترین طریقے سے حکومت کے فرائض
کی انجام دہی کے لیے کچھ محکمہ جات کا آغاز کیا۔
حضرت ابوبکر نے عرب کو متعدد صوبوں اور علاقوں
میں تقسیم کر دیا۔ اور وہاں پر گورنرز کی تعیناتی
کر دی۔ اسی طرح حضرت عمر نے ملک میں مردم
شماری کرائی۔ اضلاع میں باقاعدہ عدالتیں قائم
کیں۔ ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے
"احداث" یعنی پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ اس
کے ساتھ ساتھ مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان
چار ہزار درہم میں خرید کر اس کو جیل خانہ
بنا دیا۔ پھر دوسرے اضلاع میں بھی بیت المال
اور جیلوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ سرکاری
حکام کی رہائش کے لیے سرکاری عمارتیں تعمیر ہوئیں
اور ریکارڈ قائم رکھنے کے لیے دیوان یعنی روزنامچہ
متعارف کروایا گیا۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت
علی نے پہلے سے قائم شدہ محکمہ جات کو قائم رکھا اور
ان میں مزید اصلاحات کیں تاکہ نظام حکومت
کو مزید بہتر کیا جا سکے۔

3 عدالتی خدوخال :-

حضرت عمر نے انصاف
کی فراہمی کے لیے تمام صوبوں کے اندر موجود اضلاع میں
عدالتوں کا قیام یقینی بنایا۔ اس کے لیے محکمہ قضا
بنایا۔ اس کے اصول و قوانین بنائے۔ قاضیوں
کی بہت زیادہ تنخواہیں مقرر کیں تاکہ یہ لوگ
رشوت ستانی سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ سیدنا سلیمان
سیدنا ربیعہ اور قاضی شریح کی تنخواہیں
پانچ پانچ سو درہم مقرر تھیں۔ حل طلب مسائل
کے لیے شعبہ افتا قائم کیا۔ حضرت علی، حضرت
عثمان، حضرت معاذ بن جبل، عبدالرحمن بن عوف، ابی بن کعب

Day: Date:

اور سیدنا زید بن ثابت اس شعبے کے ممتاز رکن تھے۔

انصاف کی فراہمی اور قانون کی حاکمیت :-

خلافت راشدہ میں انصاف کا انتہائی مؤثر نظام تھا۔ قانون کے آگے سب لوگ برابر تھے۔ حتیٰ کہ ایک عام آدمی اور خلیفہ کے مابین بھی اگر کوئی جھگڑا ہوتا تو خلیفہ کو ایک سائل کی طرح قاضی کی عدالت میں پیش ہونا پڑتا تھا۔ قانون کی نظر میں سب برابر تھے چاہے کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ عدلیہ خود مختار، دیانت دار اور عاملہ (Executive) کے کنٹرول سے باہر تھی۔ حضرت علی نے جب وہ خلیفہ تھے اپنی زرہ حاصل کرنے کے لیے عدالت میں استغاثہ دائر کیا تو نصرانی کے ساتھ عدالت میں حاضر ہوئے اور قاضی ثبوت مہیا نہ کر سکنے کی وجہ سے آپ کا استغاثہ خارج کر دیا گیا۔ آج کی مہذب و جمہوری دنیا میں بھی قانون کی حاکمیت کا تصور اس حد تک مکمل نہیں ہے کہ خود ریاست کا سربراہ عدالت میں طلب کیا جا سکے۔

اختلاف رائے کا حق :-

خلافت راشدہ میں عوام کو خلیفہ کے ہر کام میں تنقید کا حق حاصل تھا وہ اس سے سوالات پوچھ سکتے تھے۔ اس کے مکان پر کوئی دربان نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر کو کئی مرتبہ تنقید کے نتیجے میں اپنی رائے بدلنا پڑی۔ حضرت علی نے خوارج تک کو آزادی رائے کا حق دیا۔ اس لحاظ سے خلافت راشدہ میں لوگوں کو مکمل جمہوری حق آزادی حاصل تھا۔ جس میں وہ انتظامی امور پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔

CamScanner

دورِ حاضر کے لیے مثالی نمونہ :-

خلافت راشدہ موجودہ دور میں حکومتوں کے لیے ایک عملی اور مثالی نمونہ ہے جو کہ عوامی حکمرانی کی ایک بہترین مثال ہے۔ خلافت راشدہ کے دور کی نمایاں مثالیں اپنا کر موجودہ نظام حکومت کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے رشوت اور کرپشن کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

خلفا کے دور میں حکومت کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود تھا۔ خلیفہ کا فرض تھا کہ وہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ

"اگر دریائے دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو اس کی ذمہ داری بھی سربراہ ریاست پر ہوگی"

چنانچہ موجودہ حکومتیں خلافت راشدہ کے انصاف، قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق کی پاسداری، عصبیت سے پاک حکومت جیسی خوبیاں اپنا کر نظام میں بہتری لا سکتی ہیں۔

نتیجہ :- 4

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خلفائے راشدین کا طرز حکومت بہت مثالی تھا۔ جس کے نہ صرف اپنے عہد کی تمام خوبیاں تھیں بلکہ بعد کے زمانوں کے لیے بھی روشن ہدایات موجود ہیں۔ اگر ان کی بے مثال خوبیاں کسی بھی نظام حکومت میں نافذ کر دی جائیں تو بلاشبہ دور رس نتائج برآمد ہوں گے جن سے انسانی وقار اور عزت میں اضافہ ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان نے اگر ریاست مدینہ کی طرز پر چلنا ہے تو درج بالا خصوصیات کو ملک کے نظام کا حصہ بنانا ہوگا۔ بقول اقبال:

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ